اِجتماعی تحریکی زندگی

مقصد اور لائحہ عمل

حسین محیّ الدّین قادری

اِجتماعی تحریکی زندگی

﴿مقصد اور لائحہ عمل﴾

حسین محیّ الدّین قادری

منہاج القرآن ویمن لیگ
365-ایم، ماڈل ٹاؤن لاہور
www.minhaj.org
www.minhajsisters.com

جملہ حقوق بحقِ تحریکِ منہاجُ القرآن محفوظ ہیں

نام کتاب : **اِجتماعی تحریکی زندگی**

﴿مقصد اور لائحہ عمل﴾

خطاب : حسین محی الدین قادری

ترتیب و تدوین : شیخ عبدالعزیز دباغ

اِہتمامِ اِشاعت : منہاج القرآن ویمن لیگ sisters@minhaj.org

مطبع : منہاجُ القرآن پرنٹرز، لاہور

اِشاعتِ اَوّل : جنوری 2011ء

تعداد : 1,100

Web: www.hmqadri.com

Email: info@hmqadri.com

بسم الله الرحمن الرحيم

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

﴿ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ ﴾

فہرس

صفحہ	عنوانات
۷	تعارف صاحبزادہ حسین محی الدین قادری
۱۳	تقدیم
۱۵	اِبتدائیہ
۱۸	ریل گاڑیاں اور مسافروں کی اَقسام
۲۱	داعی پر اعتماد کی بنیادیں
۲۱	۱۔ کردار کی عمدگی
۲۳	۲۔ شعورِ منزل
۲۳	۳۔ ٹرین اور راستہ
۲۵	۴۔ ذِمہ داری کا شعور
۲۶	خوش گوار تنظیمی سفر
۲۷	کام یاب سفر کے لیے یقین کامل ہونا ضروری ہے
۲۹	تجدیدی تحریک سے مراد

صفحہ	عنوانات
۳۰	تحریکی فکر سے مکمل شناسائی کیوں ضروری ہے؟
۳۱	ماہِ میلاد کی تیاریاں

صاحبزادہ حسین محی الدین قادری

(ایک تعارف)

صاحبزادہ حسین محی الدین قادری ایک عظیم علمی، دینی اور روحانی خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، جنہوں نے علمی و ادبی صلاحیت اپنے جدِ امجد فریدِ ملت حضرت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ اور اپنے والد گرامی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری سے ورثہ میں پائی ہے۔

حسین محی الدین قادری منہاج القرآن انٹرنیشنل کی مجلسِ شوریٰ کے صدر، منہاج یونی ورسٹی لاہور (چارٹرڈ) کے بورڈ آف گورنرز کے رُکن اور منہاج القرآن انٹرنیشنل ہی کی سپریم کونسل کے بھی رکن ہیں۔ منہاج القرآن ایک اِصلاحی، رفاہی، سماجی اور روحانی تنظیم ہے جو دنیا کے نوے سے زائد ممالک میں قیامِ اَمن، بین المذاہب رواداری، انتہا پسندی کے خاتمے، اعتدال پسندی کے فروغ، عدل و انصاف، تحمل و رواداری اور حقوق انسانی کی بحالی کی جد و جہد میں سرگرمِ عمل ہے۔

حسین محی الدین قادری ایک اَعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان ہیں جو ایچی سن کالج لاہور جیسی معیاری درس گاہوں میں زیرِ تعلیم رہے ہیں۔ اُنہوں نے اِنٹر تک تعلیم پاکستان میں حاصل کی۔ اس کے بعد وہ کینیڈا چلے گئے جہاں اُنہوں نے اکنامکس اور پولیٹکل سائنس کے موضوع پر YORK یونی ورسٹی ٹورانٹو سے گریجوایشن کی۔ اس یونی ورسٹی میں اپنے قیام کے دوران گھمبیر خرابیِ صحت کے باوجود شان دار تعلیمی کامیابیوں کے ساتھ ساتھ آپ ہم نصابی سرگرمیوں میں نتیجہ خیز انداز میں شریک رہے اور یونی ورسٹی اسٹوڈنٹس یونین کی صدارت کے لیے انتخابات میں حصہ لیا اور شاندار فتح حاصل کی۔ بعد ازاں پیرس کی معروف یونی ورسٹی Sciences-Po سے عالمی معیشت میں MBA کی ڈگری حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ لاہور یونی ورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز (LUMS) میں بطور رِیسرچ فیلو

خدمات سرانجام دیں اور آج کل ملبورن آسٹریلیا میں Global Political Economy کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کر رہے ہیں۔ ماڈرن علوم کے ساتھ ساتھ شروع سے ہی وہ اپنے والد گرامی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علاوہ نام وَر اساتذہ کرام سے شریعہ اور علومِ اسلامیہ کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے ہیں۔

حسین محی الدین قادری ایک اُبھرتے ہوئے ماہرِ معاشیات ہیں جو اِس میدان میں ایک نئی سوچ اور فکر دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ڈاکٹریٹ میں اُن کا موضوع جنوبی ایشیا کی تنظیم SAARC کے رُکن ممالک بالخصوص پاکستان کے لیے ایک ایسے معاشی رول ماڈل کی فراہمی ہے جس پر عمل کر کے یہ ممالک آنے والے معاشی چیلنجز سے نبرد آزما ہوسکتے ہیں اور اپنی غربت اور معاشی و اقتصادی مسائل دور کرکے خوش حال ممالک کی فہرست میں شامل ہوسکتے ہیں۔

اپنی عمیق نظری، تخلیقی تخیل اور فکرِ رسا کی بدولت حسین محی الدین قادری معاملہ فہمی اور فیصلہ سازی میں ہمہ جہتی نقطہ نظر رکھنے والے اہلِ دانش میں سے ہیں جو بڑی خوبی سے دقیق مسائل کا عملی حل پیش کرتے ہیں۔ مسلم ممالک کے اقتصادی مسائل پر ان کی گہری نظر ہے اور مسلم ممالک کے مشترکہ سماجی، سیاسی و اقتصادی بلاک کے طور پر کام کرنے والی دولت مشترکہ کا نظریہ رکھتے ہیں۔ وہ ان ممالک کو اَقوامِ عالم میں خوش حال اور ترقی یافتہ ممالک کی صف میں دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔

حسین محی الدین قادری ایک زُود نویس مصنف ہیں۔ اُن کے مختلف قومی و بین الاقوامی، سیاسی اور معاشی و معاشرتی موضوعات پر انگریزی / اُردو میں کئی آرٹیکل شائع ہو کر علمی حلقوں میں پذیرائی حاصل کر چکے ہیں۔ سماجی جدلیاتی پس منظر میں عالم اسلام کی اِقتصادی حکمت عملی اور ان کی اقتصادیات کو ترتیب دینے والے معاشی مضمرات ان کے پسندیدہ موضوع ہیں۔ بین الاقوامی تحقیقی جرائد و رسائل کے علاوہ پاکستان کے انگریزی اور اردو روزناموں – The News ،Business Recorder ،The Nation ،The

Money Plus – میں سماجی، اقتصادی، معاشرتی، سیاسی، قومی اور بین الاقوامی موضوعات پر ان کی سیکڑوں تحریریں چھپ چکی ہیں۔ اس کم عمری میں مختلف موضوعات پر ان کی درجنوں کتب منظر عام پر آ چکی ہیں۔ پہلی ادبی کاوِش آپ کا وہ شعری مجموعہ ہے جو نقشِ اوّل (ISBN 978-969-0740-8) کے نام سے جولائی 2007ء میں شائع ہوا ہے۔ یہ شعری مجموعہ آپ کے تیرہ سال سے اُنیس سال تک صرف نَو عمری کی سات سالہ قلمی نگارشات کو اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔ آپ کا دوسرا علمی شاہکار فروری 2008ء میں فرانسیسی زبان میں طبع ہوا ہے۔ اِس کا عنوان Stratégie de diversification d'EDF à l'étranger ہے اور اِس کتاب کا عالمی معیاری نمبر 978-969-32-0792-7 ہے۔ ایک سو صفحات پر مشتمل اِس کتاب میں فرانس کی سب سے بڑی نیم سرکاری کمپنی EDF کے بارے میں انتہائی مفید معلومات اور چشم کشا حقائق درج کیے گئے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل فرانس میں تنخواہوں کے مسئلہ پر وقوع پذیر ہونے والے فسادات کی وجوہات کیا تھیں؟ ملازمین کی تنخواہوں کے مسئلے کی اندرونی کہانی کیا تھی؟ حکومت کے EDF کے ساتھ اِختلافات کی اصل حقیقت کیا تھی اور اِس سے کتنے لوگ متاثر ہوئے؟ اس کتاب میں ان تمام سوالات کے تفصیلی جواب دینے کے ساتھ ساتھ مسائل کے حل کے لیے تجاویز بھی دی گئی ہیں۔

حسین محی الدین قادری نے ’’پاکستان میں شکر سازی کی صنعت‘‘ پر تحقیقی اور مدلّل کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے پاکستان میں اِس صنعت کے مختلف گوشے اُجاگر کیے ہیں۔ نیز اِس صنعت کو درپیش مسائل، اَسباب اور اُن کے حل کے لیے نہایت ٹھوس اقدامات بھی تجویز کیے ہیں۔

حسین محی الدین قادری نے اپنی کتاب Sugarcane Ethanol as an Alternate Fuel Source for Pakistan، جس کا عالمی معیاری نمبر 978-969-32-0802-3 ہے۔ اِس میں گنے کے ethanol سے توانائی پیدا کرنے

کے بارے میں نہایت جامع تحقیق کی گئی ہے۔ آپ کی اس کتاب کی سرکاری حلقوں میں خاص پذیرائی ہوئی ہے اور حکومت نے اِسے توانائی کے مسئلے پر قابو پانے کے لیے ایک اہم تحریر قرار دیا ہے۔ اِس وقت توانائی اور خوراک کے بحران نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ محض تیل پر انحصار کی وجہ سے تیسری دنیا کے اکثر ممالک بری طرح سے اس مسئلے کی گرفت میں ہیں۔ چنانچہ ethanol کے بطور ایک متبادل ذریعہ توانائی کے اس تحقیقی کام کی اہمیت واضح ہے اور یہ کتاب اس موضوع پر مزید تحریری کاوشوں کی بنیاد مہیا کرتی ہے۔

حسین محی الدین قادری سارک ممالک اور عالمی منظر نامے پر بھی ایک تصنیف رکھتے ہیں، جس کا عنوان ہے: SAARC & Globalization: Issues, Prospects & Policy Prescriptions۔ اِس کتاب کا عالمی معیاری نمبر 978-969-32-0840-5 ہے۔ اِس میں اُنہوں نے جنوبی ایشیائی ممالک کی اِس تنظیم کے مسائل اور پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے ان کی پالیسی کے بارے میں قابل عمل تجاویز پیش کی ہیں۔ اُنہوں نے اِس حقیقت پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ سارک اپنا ایجنڈا پورا کرنے میں کیوں ناکام رہی ہے؟ نیز ترقی پذیر ممالک پر ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن (WTO) کے کیا اُصول لاگو ہوں گے؟ سارک ممالک انفرادی اور اجتماعی سطح پر دہشت گردی سے نبٹتے ہوئے کس طرح اپنی معاشی ترقی کے نئے مواقع پیدا کر سکتے ہیں۔

حسین محی الدین قادری نے ''پاکستان میں بجلی کا بحران اور اُس کا حل'' کے نام سے بھی ایک کتاب تصنیف کی ہے، جس میں اُنہوں نے پاکستان میں پیدا ہونے والے بجلی کے بحران پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اِس گراں قدر تحقیق میں اُنہوں نے معروضی حقائق کی بنیاد پر نہ صرف بحران کا باعث بننے والے اَسباب و محرکات کا گہرائی میں جا کر جائزہ لیا ہے بلکہ اُن کے ممکنہ حل کے لیے ایسے اقدامات تجویز کیے ہیں جنہیں بروئے کار لاکر اِس مسئلے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

حسین محی الدین قادری نے ''بچوں کا اِستحصال (ایک معاشرتی المیہ)'' کو عنوان سے ایک تحقیقی کتاب تالیف کی ہے، جس میں اُنہوں نے بچوں کے استحصال اور ان سے قطع تعلقی کے معاشرتی اَلمیے پر بحث کی ہے۔ دنیا کے اَکثر معاشروں میں بچوں سے لاپرواہی اور بے اِلتفاتی کا رویہ بتدریج اُن سے کلّی دست برداری کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اگر اِس رویے کے قلع قمع کے لیے مؤثر اقدامات نہ کیے گئے تو اِس کے اَثرات و مضمرات بنی نوع انسان کے لیے نہایت بھیانک اور تباہ کُن ہوں گے۔

''پاکستان میں گندم کی پیداوار (طلب اور رسد کا تقابلی جائزہ)'' کے عنوان سے مطبوعہ تصنیف (ISBN 978-969-32-0844-3) میں آپ نے پاکستان میں کاشتہ گندم اور آٹے کی صنعت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ پاکستان کی اِس اَہم ترین فصل کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے اِس کی پیداوار میں اِضافے اور کمی کے اَسباب کے سدباب کے لیے اُنہوں نے نہایت مفید اور قابلِ عمل تجاویز فراہم کی ہیں۔ پالیسی سازوں کے لئے یہ کتاب ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

Economics of Agriculture Industry in Pakistan حسین محی الدین قادری کی دو جلدوں پر مشتمل انتہائی اہم کتاب ہے۔ اس ضخیم کتاب میں آپ نے زراعت کو بطور صنعت ترقی دینے کے بارے میں مدلل اَبحاث بیان کی ہیں۔ نیز یہ کہ پاکستان اس صنعت کو ترقی دے کر ہی معاشی خود کفالت کی منزل پا سکتا ہے۔ اِس صنعت سے صرفِ نظر کرنا اپنی معاشی ہلاکت کے مترادف ہے کیوں کہ زراعت پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے مگر یہ صورت حال انتہائی افسوس ناک ہے کہ موزوں موسمی حالات، زرخیز زمین اور محنتی کاشت کار ہونے کے باوجود ملک خود کفالت سے کہیں پیچھے رہ گیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب مسئلے کے تفصیلی تجزیے پر مشتمل ہے اور پاکستان میں اس موضوع پر اسے ایک بڑی اور اہم کتاب تصور کیا جا رہا ہے۔

حسین محی الدین قادری کی کئی اور کاوشیں ترتیب و تدوین اور اشاعت کے مختلف

مراحل میں ہیں جو پاکستان میں تعلیمی نظام، اِسلامی اِقتصادیات اور مسلم اُمہ کو درپیش مسائل اور Islamic Business Ethics جیسے اہم موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔

حسین محی الدین قادری ایک مشاق صاحب قلم کی حیثیت سے ایک روشن مستقبل کے حامل ہیں۔ خدا دادفکری اور انفرادی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔ وہ اپنے گرد و پیش کوعلم وعرفان کے نور سے منور کر رہے ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کی محبت سے سرشار اور محبّ الوطنی کے جذبہ سے لیس آپ مسلم ممالک کے تعلیمی، اِقتصادی، صنعتی اور تجارتی معاملات کو سلجھانے کی فکر و دانش سے مزیّن ہیں۔ فعال اور صاحبِ اِدراک قائد کی حیثیت ہمیں فتح ونصرت کی نئی منزلوں تک لے جانے کے جذبے سے سرشار ہیں۔

آپ کے ہاتھوں میں موجود یہ کتابچہ حسین محی الدین قادری کی فکری بصیرت کا شاہکار ہے اور منہاج القرآن انٹرنیشنل کے کارکنان میں وحدت و یگانگت، نظم و ضبط اور اِستعدادِ کار کی نفسی بنیادوں پر استواری کے لیے ایک اہم تحریر ہے جس سے قائدین و کارکنان یکساں استفادہ کرسکتے ہیں۔

ربّ ذُو الجلال اُن کی صلاحیتوں اورعلم وعمل میں مزید اِضافہ فرمائے اور اُنہیں دینِ اِسلام اور ملک وقوم کی بہتر خدمت کی توفیق عنایت فرمائے۔

(آمین بجاہِ سید المرسلین A)

(محمد فاروق رانا)

ڈپٹی ڈائریکٹر (رِیسرچ)

فریدِ ملتؒ رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ

تقدیم

گزشتہ سال ضیافت میلاد کے سلسلے میں منعقد ہونے والے پروگراموں میں لاہور تنظیم کے تحت منعقد ہونے والے پروگرام میں صاحبزادہ حسین محی الدین قادری نے بطور مہمان خصوصی شرکت فرمائی تھی۔ اس موقع پر آپ نے تحریکی اور تنظیمی معاملات کے موضوع پر جامع، مدلل اور اچھوتے انداز میں نہایت بلیغ خطاب فرمایا۔ تحریکی معاملات اور ان کے تنظیمی مضمرات پر گفتگو کرنا بذات خود تھوڑی مشکل ہوتی ہے لیکن آپ نے تمثیلی انداز اپنا کر معاملے کے ہر پہلو کو واضح فرما دیا۔ یقیناً یہ آپ کی علمی گہرائی اور حکیمانہ بصیرت کی دلیل ہے۔

اِن محاسن سے قطع نظر آپ نے ایک حساس موضوع پر کمال مہارت کے ساتھ تنظیمی لغزشوں اور ان کے ناخوش گوار نتائج کا ٹھوس الفاظ میں ذکر فرما کر سائنسی طریقے سے اِصلاحِ اَحوال کے لیے جن اقدامات کی نشان دہی کی ہے اُنہیں ہر وقت زیرِ مطالعہ رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ جب کبھی بھولیں تو صحیح اور غلط کے اِدراک کے لیے اِس سے اِستفادہ کرسکیں۔ آپ کی اِس گفتگو کی اِسی اِفادیت کے پیش نظر یہ فیصلہ کیا گیا کہ اِسے تحریری شکل میں بھی شائع کر دیا جائے تاکہ ہم میں سے ہر ایک بالعموم اور ویمن لیگ کی عہدے داران و کارکنان بالخصوص استفادہ کرسکیں۔ لہٰذا منہاج القران ویمن لیگ کے تیئسویں یوم تاسیس کے موقع پر یہ نادر خطاب مطبوعہ صورت میں نذر قارئین ہے۔

(سمیرا رفاقت)

مرکزی ناظمہ

منہاج القرآن ویمن لیگ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے پایاں لطف و کرم اور احسان عظیم ہے کہ جس کی توفیق سے ہم تاجدارِ کائنات A کے میلاد کی خوشیاں منانے کے سلسلے میں آج کی اس ضیافتِ میلاد میں جمع ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آقا علیہ السلام کی محبت کو ہمارے دلوں میں تا دم مرگ زندہ رکھے اور اسی محبت کو یوم آخرت ہمارے لیے وسیلۂ نجات بنائے۔ آج چونکہ تحریک منہاج القرآن لاہور اور پاکستان عوامی تحریک (PAT) لاہور کی تنظیمات و کارکنان یہاں موجود ہیں لہٰذا میں نے آج کے لیے خصوصی طور پر تنظیمی نوعیت کا موضوع منتخب کیا ہے تاکہ یہ نشست ہمارے کام میں فائدہ پہنچا سکے اور عنقریب جو عالمی میلاد کانفرنس منعقد ہونے والی ہے اس سلسلے میں ہماری کوآرڈنیشن اور ورکنگ میں فائدہ حاصل کیا جا سکے۔

اللہ رب العزت کی سنت ہے کہ کسی بھی معاملے یا کسی بھی بات کو سمجھانے کے لیے چھوٹی سے چھوٹی چیز کی مثال بھی بیان فرما دیتا ہے تاکہ ہم جیسے ناقص ذہنوں میں بات کا مفہوم واضح ہو کر وحی کا مدعا پورا ہو جائے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے مکھی اور مچھر تک کی مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسۡتَحۡیٖۤ اَنۡ یَّضۡرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوۡضَۃً فَمَا فَوۡقَھَا. (البقرۃ، ۲:۲۶)

’’بے شک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ (سمجھانے کے لیے) کوئی بھی مثال بیان فرمائے (خواہ) مچھر کی ہو یا (ایسی چیز کی جو حقارت میں) اس سے بھی بڑھ کر ہو۔‘‘

آج اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے ایک مثال کو سمجھنے کی کوشش کریں گے جو ہر روز ہماری نگاہوں میں رہتی ہے۔ اسے ہم استعمال بھی کرتے ہیں اور اس سے زندگی کے

سفر اور اس کے تسلسل کو بھی قائم رکھتے ہیں۔ یہ ہماری زندگی کا اہم حصہ ہے لیکن اس پر ہم نے کبھی اُس طرح غور نہیں کیا جس طرح کہ ہمیں کرنا چاہیے۔ اللہ رب العزت قران مجید میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عقل وحکمت والوں کے لیے میں نے تخلیق میں نشانیاں بنا رکھی ہیں:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ○ (آل عمران، ۳:۱۹۰)

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور شب و روز کی گردش میں عقلِ سلیم والوں کے لیے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں ○''

اسی طرح کئی مقامات پر اللہ رب العزت اپنی تخلیق اور قدرت کے حوالے سے نشانیوں کا تذکرہ فرما کر ہمارے ذہنوں کو دعوت دیتے ہیں کہ ہم ان نشانیوں اور تخلیقات پر غور کرکے اپنی زندگی کے مقصد اور اپنے رستے کا تعین کر سکیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۶۴ میں فرمایا:

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّهَارِ وَالۡفُلۡكِ الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِهِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا وَبَثَّ فِیۡهَا مِنۡ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ○

''بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کی گردش میں اور ان جہازوں (اور کشتیوں) میں جو سمندر میں لوگوں کو نفع پہنچانے والی چیزیں اٹھا کر چلتی ہیں اور اس (بارش) کے پانی میں جسے اللہ آسمان کی طرف سے اتارتا ہے پھر اس کے ذریعے زمین کو مُردہ ہو جانے کے بعد زندہ کرتا ہے (وہ زمین)

جس میں اس نے ہر قسم کے جانور پھیلا دیے ہیں اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور اس بادل میں جو آسمان اور زمین کے درمیان (حکمِ الٰہی کا) پابند (ہوکر چلتا) ہے (ان میں) عقل مندوں کے لیے (قدرتِ الٰہی کی بہت سی) نشانیاں ہیںo''

سورۃ الجاثیۃ کی آیت نمبر ۵ میں فرمایا ہے:

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَo

''اور رات دن کے آگے پیچھے آنے جانے میں اور (بصورتِ بارش) اُس رِزق میں جسے اللہ آسمان سے اتارتا ہے، پھر اس سے زمین کو اُس کی مُردنی کے بعد زندہ کر دیتا ہے اور (اسی طرح) ہواؤں کے رُخ پھیرنے میں، اُن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو عقل وشعور رکھتے ہیںo''

ایسی ہی ایک چیز ریل گاڑی (train) ہے، جسے ہم آج کے دور میں کثرت سے استعمال کرتے ہیں اور جس پر ہمارے مواصلاتی نظام کا بہت زیادہ انحصار ہے۔ اس کی داستان کچھ یوں ہے کہ ہر ٹرین کے لیے ایک اسٹیشن ہوتا ہے جو ریلوے اسٹیشن کہلاتا ہے۔ ایک پلیٹ فارم ہوتا ہے جہاں پر آکر ٹرین رکتی ہے۔ اگر بڑا ریلوے اسٹیشن ہو تو وہاں کئی پلیٹ فارم ہوتے ہیں، وہاں سے مختلف سمتوں میں ریل گاڑیاں روانہ ہوتی ہیں۔ جیسے لاہور کا ریلوے اسٹیشن کافی بڑا ہے جہاں پر دس بارہ پلیٹ فارمز ہیں۔ وہاں سے کوئی ٹرین مشرق کی سمت جاتی ہے تو دوسرے پلیٹ فارم سے جانے والی ٹرین مغرب کی سمت جاتی ہے۔ کسی اور پلیٹ فارم سے جانے والی ٹرین شمال کی سمت جاتی ہے۔ پھر ایک اور پلیٹ فارم سے جانے والی ٹرین جنوب کی سمت جاتی ہے۔ کوئی ٹرین اپنے سفر کی منزل کراچی کو سامنے رکھ کر طے کرتی ہے، کوئی ٹرین اپنی منزل ملتان کو سامنے رکھ کر طے کرتی ہے۔ کسی ٹرین کی منزل کوئٹہ ہوتی ہے تو کسی ٹرین کی منزل فیصل آباد ہوتی ہے۔ کسی ٹرین کی منزل

پشاور ہوتی ہے۔ الغرض کئی پلیٹ فارم ایک سٹیشن پر ہوا کرتے ہیں اور پلیٹ فارم سے چلنے والی ٹرین کی سمت (direction) اور منزل جدا جدا ہوتی ہے۔ اب اگر ہم اس ریلوے اسٹیشن کے نظام اور ٹرین اور پلیٹ فارم کی مثالوں پر ذرا غور کریں تو ہم اپنے حالات کو سمجھنے اور خصوصاً تحریکی زندگی میں اپنی راہ کے تعین اور اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھنے کے لیے بہترین سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اس نظام کو سمجھ لیں تو ہمیں اپنی ذامہ داریاں سمجھنے اور نبھانے میں بہت مدد ملے گی۔ یہاں یہ ذہین نشین رہے کہ trains کیا ہیں اور مسافر کون ہیں تاکہ تمثیل کا اطلاق بھی ساتھ ساتھ واضح ہوتا جائے۔ Trains دراصل جماعتیں، تنظیمات اور کام کرنے والے گروہ ہیں جو مختلف سمتوں اور مختلف منزلوں کی طرف لے جا رہے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن ہماری زندگی کا وہ پلیٹ فارم ہے جس پر ہر شخص پیدا ہو کر آتا ہے اور پھر اپنی منزل کی طرف سفر شروع کر لیتا ہے۔

ریل گاڑیاں اور مسافروں کی اَقسام

حاضرین کرام! کسی ریلوے اسٹیشن پر تین قسم کے مسافر ہوا کرتے ہیں: ایک وہ طبقہ ہوتا ہے جو چلنے سے پہلے اپنا ہوم ورک کر کے آتا ہے کہ اس کی منزل کیا ہے اور اس منزل کو پانے کے لیے اس نے کون سا روٹ لینا ہے۔ کس راستے پر جانے والی اور کس نوعیت کی ٹرین میں بیٹھنا ہے۔ اندرون ملک جانے کے لیے بھی کئی طرح کی ریل گاڑیاں ہوتی ہیں، کچھ آہستہ سفر کرتی ہیں اور passenger trains کہلاتی ہیں جب کہ کچھ ٹرینز fast یا ultra fast ہوتی ہیں جو پانچ سات گھنٹے کا سفر بہت تیزی سے فقط دو اڑھائی گھنٹے میں طے کروا دیتی ہے۔ یہ express trains یا non-stop trains کہلاتی ہیں۔ کچھ luxury trains بھی ہوتی ہے جن کے ذریعے سفر تیزی سے بھی طے ہوتا ہے اور آرام سے بھی گزرتا ہے۔ بہر حال ایک اسٹیشن پر تین قسم کے مسافر پائے جاتے ہیں: ایک جنہیں اپنی منزل کی خبر ہے اور اس منزل تک پہنچنے کا وسیلہ بھی معلوم ہے۔ وہ تمام طریقہ ہائے کار اور ضروریاتِ سفر سے باخبر ہوتے ہیں اور اسٹیشن پر آ کر اپنے سفر

کے بنیادی لوازمات پورے کر لیتے ہیں، مثلاً ٹکٹ خرید لیتے ہیں اور ضرورت کی چیزیں ساتھ رکھ لیتے ہیں، بالآخر جس راستے کی انہیں خبر ہوتی ہے اس ٹرین پر سوار ہو جاتے ہیں۔ ایک تو یہ طبقہ ہے جن پر اللہ کا انعام ہوتا ہے، انہیں اپنی منزل کی بھی خبر ہوتی ہے اور اپنے راستے کی بھی خبر بھی ہوتی ہے۔

مسافروں کی دوسری قسم وہ ہوتی ہے جنہیں منزل کی تو خبر ہے مگر راستے کی خبر نہیں ہوتی کہ کس راستے پر جا کر ہم منزل کو پا سکتے ہیں۔ انہیں یہ خبر نہیں ہوتی کہ کون سی ٹرین انہیں اپنی منزل تک لے جائے گی۔ پشاور لے جانے والی ٹرین پر سوار ہوئے تو وہ منزل تک لے جائے گی یا کوئٹہ یا پھر کسی دوسرے شہر کو جانے والی ٹرین انہیں منزل تک لے جائے گی۔ یعنی انہیں روٹ کی خبر نہیں، بس منزل کا پتہ ہوتا ہے۔ اس دوسرے طبقے کو یقیناً دشواری ہوتی ہے مگر وہ اسٹیشن پر موجود دوسرے مسافروں سے یا انفارمیشن ڈیسک سے سے معلوم کرتے ہیں کہ منزل ہماری یہ ہے، اب تم ہی بتاؤ کہ کون سے راستے پر جانے والی ٹرین پر ہم سوار ہو جائیں۔ تو دوسرا طبقہ وہ ہے کہ جن کو اللہ نے منزل کی خبر دی ہے اور پوری سوجھ بوجھ سے نوازا ہے کہ وہ کسی سمجھ دار شخص سے معلوم کر لیتے ہیں اور صحیح سمت میں جانے والی ٹرین پر سوار ہو جاتے ہیں۔

اب ایک تیسرا طبقہ بھی ہے جنہیں منزل کی خبر ہے نہ راستے کا پتہ ہے۔ وہ دنیا میں پیدا تو ہو جاتے ہیں مگر بھٹکتے رہتے ہیں۔ وہ confuse رہتے ہیں کہ ان کے جینے کا مقصد اور ان کی منزل کیا ہے؟ ان کی پہچان کیا ہے؟ انہوں نے زندہ رہ کر کرنا کیا ہے؟ انہوں نے دین دار بننا ہے یا دنیا دار بننا ہے؟ ان کی منزل واشنگٹن ہے یا مدینہ اور تاجدار مدینہ A ؟ ان کی منزل مغربی تعلیمات ہیں یا اسلامی تعلیمات ہیں؟ اس تیسرے طبقے کو ان سوالوں کا ادراک ہوتا ہے نہ ان کے جوابوں کی خبر۔ چنانچہ وہ یوں ہی بھٹکتے پھرتے ہیں۔ مگر وہ پیدا ہو کر زندگی کے اس ریلوے اسٹیشن پر آ جاتے ہیں۔ یہ وہ اہم مقام ہے جہاں ان کی مدد کرنا تحریک منہاج القرآن کے ہر ہر کارکن اور قائد کی ذمہ داری ہے۔ اس

زندگی کے پلیٹ فارم پر بھٹکتے ہوئے لوگوں کو منزل کی خبر دینا اور راستے کا تعین بھی کرنا اور ان بھٹکتے ہوئے لوگوں کو اپنے ساتھ شریک سفر بھی کرنا یہ تحریک منہاج القرآن کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ العالی نے آواز بلند کی، تحریک منہاج القرآن اور اللہ اور اس کے رسول A کے نام کا نعرہ لگایا، فلسفہ انقلاب بتایا۔ آپ میں سے جو اللہ رب العزت کے انعام یافتہ بندے تھے اللہ کے فضل وکرم سے انہیں بہت بلند منزل کی خبر ہوگئی اور راستے کا پتا بھی چل گیا۔ سو وہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مد ظلہ العالی کے ہم سفر ہوگئے اس ٹرین پر جس کا نام تحریک منہاج القرآن ہے اور جو اپنی منزل کی طرف جا رہی ہے۔

اس ٹرین پر ایک ایسا طبقہ بھی ہے جن تک آپ براہ راست نہیں پہنچتے۔ اس عدم رسائی کی متعدد وجوہات ہیں۔ مگر ان تک تحریک منہاج القرآن کی آواز اور اس کا فلسفہ انقلاب CD کے ذریعے پہنچتا ہے۔ ان تک حضرت شیخ الاسلام کی فکر میڈیا کے ذریعے پہنچتی ہے اور وہ خود پوچھتے پوچھتے آپ تک آجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے ساتھ شریک سفر کر لو۔ اور یوں تحریک منہاج القرآن کی ٹرین پر وہ آپ کے ہم سفر ہو جاتے ہیں۔ اس میں ہمارا اور آپ کا کوئی کمال نہیں ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ پر کرم فرمایا اور آپ کو منزل کی خبر بھی ملی اور راستے کی خبر بھی ملی۔ یہ دوسرا طبقہ ہے جو خود کچھ سن کر آپ تک پہنچا اور کہنے لگا کہ میری منزل مدینہ ہے۔ آپ بتائیں کون سا راستہ مدینہ کی طرف لے جاتا ہے۔ آپ نے کہا ہاں ہم بھی حضرت شیخ الاسلام کی قیادت میں تاجدار مدینہ کی طرف جا رہے ہیں، ہمارے ہم سفر ہو جاؤ، یہ راستہ مدینہ لے جائے گا۔

اب تیسرا طبقہ کون سا ہے؟ یہ وہ طبقہ ہے جس پر آپ نے اور ہم سب نے کام کرنا ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جنہیں منزل کی خبر بھی نہیں ہے اور راستے کا پتہ بھی نہیں ہے۔

ان تک خبر کو پہنچانا ہے، انہیں منزل کا شعور دینا ہے اور یہ بتانا ہے کہ تمہاری منزل نہ تو مغربی افکار ہیں نہ آج کا فرسودہ نظام سیاست اور بدعنوان حکمران؛ تمہاری منزل فحاشی پر مبنی نظام ہے نہ مغربی تعلیمات اور نہ ہی تمہاری منزل مغرب کے قائدین اور سپہ سالار ہیں۔ تمہاری منزل صرف اور صرف گنبد خضریٰ ہے۔ اگر کوئی تمہیں اس منزل تک پہنچانے کی خبر رکھتا ہے تو وہ حضرت شیخ الاسلام ہیں۔ اِس راستے اور منزل کے بارے میں انہیں ہم نے بتانا ہے کہ آج کے پرفتن دور میں وہ تحریک منہاج القرآن ہی وہ ٹرین ہے جو صحیح راستے سے گنبد خضری کی طرف لے جاتی ہے۔

داعی پر اعتماد کی بنیادیں

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جن بھٹکتے مسافروں کو آپ صحیح راستے اور منزل کی خبر دیں تو وہ آپ کے ساتھ کیوں چلیں اور آپ پر کیوں اعتماد کریں؟ اس سٹیشن پر دیگر جماعتوں کے نمائندگان بھی موجود ہیں۔ ہر کوئی اپنی اپنی ریل گاڑی کی مارکیٹنگ کرتا پھرتا ہے۔ ہر کوئی اپنی گاڑی کو بہترین قرار دیتا ہے اور دعوت دیتا ہے کہ میری ٹرین پر سوار ہو جاؤ، یہ تمہیں جلد درست منزل کی طرف لے جائے گی۔ دوسری طرف یہاں دنیا اور شیطان کے نمائندے بھی موجود ہیں اور وہ بھی اپنا کام اندھا دھند کرتے ہیں۔ وہ اپنی ٹرین پر سوار ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی آپ کے ساتھ کیوں چلے؟ کوئی بھٹکتا ہوا شخص آپ کی ٹرین پر کیوں سوار ہو؟ اس کو اپنی طرف بلانے کی ترغیب دینے کے لیے ہمارے اندر کچھ ہونا چاہیے تاکہ جس کو پیغام دیا جا رہا ہے اس کا دل چاہے کہ وہ ہم پر اعتماد کر لے اور ہمارے ساتھ شریک سفر ہو جائے۔ اس کے لیے درج ذیل خصوصیات کا ہونا ضروری ہے:

ا۔ کردار کی عمدگی

اب وہ کیا چیزیں ہیں جو ہمارے اندر ہونا ضروری ہیں کہ جس کو بھی پیغام دیا

جائے وہ ہم پر اعتماد کر لے۔ اس میں سب سے پہلی چیز دعوت دینے والے کی perfection ہے کہ وہ کیسے دعوت دیتا ہے؛ اس کا عمل کیسا ہے کہ سننے والا اس کی زبان پر اعتماد کرے، اگر وہ دنیا دار معلوم ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ٹرین ہماری دین کے سفر پر جاتی ہے تو کوئی کیا اعتبار کرے گا۔ کوئی ہمارے کردار میں بھی جھانک کر دیکھے اور کردار گندا معلوم ہو تو وہ کیوں ہماری زبان پر اعتماد کرے گا۔ اور اگر کوئی ہماری چلتی ہوئی ٹرین میں جھانک کر دیکھے اور ہر دم اسے آپس میں لڑتے ہوئے لوگ نظر آئیں تو وہ کیوں اس ٹرین میں سوار ہوگا کہ اس ٹرین پر سوار لوگ تو خود ایک دوسرے کی جان کے درپے معلوم ہوتے ہیں، یہ کیسے ہمیں بحفاظت منزل تک پہنچائیں گے۔ تو یہ سارا معاملہ صرف presentation کا ہے ۔جب دعوت دیں تو وہ کامل دعوت آپ کے لہو میں سرایت کر چکی ہو ،جو دعوت دینے جا رہے ہیں وہ دعوت آپ کی شخصیت کا حصہ بن چکی ہو تو پھر وہ دعوت اثر رکھتی ہے۔ ٹرین جس سمت لے جا رہی ہے تو دیکھنے والا یہ کہے کہ ہاں یہ اسی راستے کے مسافر لگتے ہیں۔ یہ مدینہ کے راستے کے مسافر ہی لگتے ہیں۔ لیکن اگر ہماری طبیعتوں میں لالچ نظر آئے، دنیا کا لالچ ہو، دولت کی ہوس ہو، زر کی بھوک ہو تو دیکھنے والا ضرور سوچے گا کہ یہ تاجدار مدینہ کی منزل تک کیسے لے جائیں گے۔ انہیں تو خود بھی رسائی میسر نہیں ہے۔ رسائی ہوتی تو ایسے نہ ہوتے۔ اور ہم اپنے دامن میں جھانک کر دیکھیں تو بات کچھ ایسی ہی معلوم ہوتی ہے۔ اِس میں مستثنیات بھی ہیں، لیکن ایک کارکن ہونے کی حیثیت سے ہم میں سے ہر شخص اپنے حال کو دیکھے کہ وہ دعوت کے معیار پر کس حد تک پورا اترتا ہے۔ یہاں تو سب لوگ داعی ہیں۔ دعوت دین ہے تو دعوت دینے والے کی presentation سے شناسائی ہونی چاہئے اور presentation تو ظاہر و باطن کا معاملہ ہے۔ داعی کے اندر کی کیفیات نیت اور ارادہ اور ان کا اس کے عمل کے ذریعے سے کامل اظہار ہونا چاہیے۔ اسے کردار کی عمدگی اور محاسن اخلاق سے مزین ہونا چاہیے، ظاہر و باطن میں یکسانیت اور یک رنگی ہونی چاہیے تا کہ زبان اور دعوت میں تاثیر پیدا ہو اور بھٹکتے ہوئے مسافر آپ کی ٹرین پر سوار ہونے کے لیے فورا تیار ہو جائیں۔

۲۔ شعورِ منزل

اب دوسرے پہلو کی طرف آتے ہیں۔ اب سمت کی بات ہے۔ کوئی ٹرین اِس سمت جاتی ہے کوئی اُس سمت جاتی ہے لیکن جو مسافر اس دنیا کے اسٹیشن پر آتا ہے اس کی منزلیں دو چار پانچ نہیں ہوسکتیں۔ مسافر کی منزل ایک ہی ہوا کرتی ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ مسافر پہلے کوئٹہ کی طرف چلے اور پھر راستے میں اتر کر پشاور کی طرف چل پڑے اور آدھے راستے میں اتر کر کراچی کی ٹرین پکڑ لے۔ ایسا مسافر ساری زندگی بیل کی طرح اسٹیشن کے گرد گھومتا رہے گا لیکن کہیں کا سفر طے نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا یکسو ہو جانا ضروری ہے۔ پہلے ایک منزل یا سمت کا تعین کرے تا کہ اس سمت جانے والی ٹرین پر سوار ہو سکے۔

۳۔ ٹرین اور راستہ

اب ٹرین کے ڈھانچے کو غور سے دیکھیں۔ اس کے آگے ایک انجن لگا ہوتا ہے جسے ایک تربیت یافتہ ڈرائیور چلاتا ہے۔ ٹرین کی مثال بس یا گاڑی کی نہیں ہے کہ جہاں دل چاہا موڑ لی۔ یہ ٹرینز طے شدہ tracks پر چلتی ہیں اور ان کے بھٹکنے کا کوئی امکان نہیں ہوتا اور ڈرائیور ایک طے شدہ رفتار کے ساتھ ٹرین کو اپنے track پر رواں دواں رکھتا ہے اور منزل کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر track سے اترنے کی کوشش کی جائے تو ٹرینیں تباہ ہو جایا کرتی ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ ٹرین کے ساتھ ڈبے جڑے ہوتے ہیں۔ تحریکی زندگی میں اس کی مثال ایسے ہے جیسے میں نے پہلے عرض کیا کہ ٹرین تحریک منہاج القرآن ہے اور وہ انجن اور اس کو چلانے والی قیادت حضرت شیخ الاسلام ہیں۔ اِس ٹرین کے ساتھ جڑے compartments ہماری تنظیمات ہیں۔ کہیں یوتھ لیگ ہے، کہیں ایم ایس ایم ہے۔ کہیں ویمن لیگ ہے، کہیں دعوت کا فورم ہے، کہیں تربیت کا فورم ہے۔ ہر ہر نظامت اور تنظیم ایک ڈبے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور کبھی ٹرین کو دیکھیں تو سب ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں منسلک ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بندہ اپنے آپ کو ٹرین سے یا کسی ڈبے سے

جدا کرنا چاہے تو کسی کے جدا ہونے سے ٹرین کا سفر نہیں رکتا، اس کی قیادت اس ٹرین کو تیزی کے ساتھ منزل کی طرف لے جارہی ہے اور وہ عطا کردہ track پر چل رہی ہے اور نہ اس کی رفتار کو کوئی ڈبہ متاثر کرسکتا ہے۔ اس ٹرین نے منزل تک پہنچنا ہے کیونکہ یہ لکھ دیا گیا ہے۔ اگر کوئی کسی ڈبے کی موومنٹ میں چھوٹی موٹی رکاوٹ کی کوشش کرے گا تو وہ خود بخود مٹ جائے گا یا وہ زندگی کے راستے میں رک جائے گا، وہ تمام ڈبے یعنی تنظیمات منزل تک تب پہنچیں گی اگر وہ ایک دوسرے سے جڑے رہیں گی۔ ڈبے ایک دوسرے سے لڑا نہیں کرتے، وہ coordination میں رہتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر چلے ہیں تو منزل تک سفر طے ہوتا ہے۔ ہم اگر اپنے گریبانوں میں جھانکیں، اپنی تحریکی تنظیمی زندگی میں غور کریں تو ظاہر ہوگا کہ یوتھ لیگ کی تنظیم ایم۔ ایس۔ ایم کے ساتھ تعاون کے لیے تیار نہیں ہے۔ کوئی تنظیم ویمن لیگ کے ساتھ کوآرڈی نیشن کے لیے تیار نہیں ہے، بڑے چھوٹوں کے ساتھ چلنے کو تیار نہیں ہیں۔ جب منزل بھی ایک ہے، اس منزل کی جانب لے کر جانے والی قیادت بھی ایک ہے، وہ ٹرین بھی ایک ہے جو منزل کی طرف لے جارہی ہے تو مشکلات کو عبور کرتے ہوئے اختلافات کو بھلا کر ہمیں اپنا سفر طے کرتے رہنا چاہیے کیوں کہ اس ٹرین نے تو اللہ کے حکم سے منزل تک پہنچنا ہے۔ اس کی رفتار کو کوئی متاثر نہیں کرسکتا۔ ہم صرف اپنے لیے مشکل بناتے ہیں۔ لہٰذا کوآرڈینیشن ضروری ہے۔

۴۔ ذِمہ داری کا شعور

یہ لفظ ذہن سے نکالنے کی ضرورت ہے کہ اگر کوئی فورم سے الگ ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب کوئی دنیا تو الگ نہیں ہوگئی، کوئی تنظیم کوئی تحریک نئی نہیں بن گئی۔ وہ اسی تحریک اور تنظیم کا حصہ ہیں جس پر ہم نے کام کرنا ہے۔ جو کام بڑے نہیں کرسکتے وہ کھلے دل سے چھوٹوں کو دے دیں۔ جو چھوٹے نہیں کرسکتے وہ بڑوں کو دے دیں۔ اگر کسی میں کسی صلاحیت کی کمی ہو تو اس میں شرمانے کی کیا بات ہے! اگر وہ دل سے اظہار کردے

کہ یہ کام میرے بس سے باہر ہے اور وہ کسی باصلاحیت کو اس کام کے لیے آگے کر دے تو اس کی زیادہ عزت ہے۔ قرآن مجید اس کا گواہ ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے جب تبلیغ کی ذمہ داری سونپی تو ان کی شخصیت تھی فضیلت بھی مگر آپ نے کھلے الفاظ میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اظہار کیا جیسا کہ قرآن حکیم میں مذکور ہے:

وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَىٰ هَارُونَ ○ (الشعراء، ۲۶:۱۳)

''اور (ایسے ناسازگار ماحول میں) میرا سینہ تنگ ہوجاتا ہے اور میری زبان (روانی سے) نہیں چلتی سو ہارون (علیہ السلام) کی طرف (بھی جبرائیل علیہ السلام کو وحی کے ساتھ) بھیج دے (تاکہ وہ میرا معاون بن جائے)○''

سیدنا موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ مولا! مجھ میں زبان کے لحاظ سے اتنی فصاحت نہیں ہے لہٰذا تبلیغ رسالت کے اس عظیم فریضہ کی ادائیگی میں میرے ساتھ میرا بھائی ہارون بھی کھڑا کردے۔ اب سیدنا ہارون علیہ السلام نے وہ ذمہ داری سنبھالی تو کیا اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت حضرت ہارون علیہ السلام کے نام منسوب ہوگئی؟ شریعت تو موسیٰ علیہ السلام کی ہے، فضیلت بھی موسیٰ علیہ السلام کی ہے عظمت بھی موسیٰ علیہ السلام کی ہے لیکن اس میں عظمت زیادہ ہے۔ مگر ہم لوگ انا کی وجہ سے جھوٹی عزت کا خول بنا کر اس میں اپنے آپ کو قید کر لیتے ہیں۔ اگر اپنے سے زیادہ باصلاحیت کسی دوسرے کا نام لے لیتے تو کام بہتر انداز میں انجام پا جاتا۔ لیکن ہم نے اپنی ذمہ داری کے ساتھ بددیانتی کی، اپنی جھوٹی عزت کی خاطر تحریک کا کام اپنی کم صلاحیت کے باوجود اپنے پاس رکھا اور تحریک کے کام کو نقصان پہنچنے دیا تاکہ جھوٹی عزت سلامت رہے مگر کوئی یہ نہ کہے کہ اس میں یہ کمی ہے۔ اگر وہ کمی تسلیم کرکے اس کے حق دار شخص کو آگے کر دیا جاتا تو اللہ رب العزت کا زیادہ محبوب ہوتا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول A کے کام کو متاثر نہیں ہونے دیا۔ یہ بڑی بات تھی۔ اسی کو ذمہ داری کا شعور کہتے ہیں جو کامیابی کی ضمانت ہوتا ہے اور حصول

نتائج کا سرچشمہ بھی۔

خوش گوار تنظیمی سفر

اب ٹرین کی طرف آتے ہیں۔ سفر جاری و ساری ہے، ڈبے ہیں اور ایک main قیادت ہے جو اس ٹرین کو آگے لے جا رہی ہے۔ اب ہر ڈبے میں مقامی انتظامیہ بھی ہوا کرتی ہے جو کوئی مسئلہ ہو جائے تو اسے حل کرتی ہے۔ ان کی ذمہ داری یہ ہوتی ہے کہ باقی مسافروں کے سفر کو خوشگوار بنایا جائے کیونکہ ہر کسی نے سفر تو طے کرنا ہے۔ منزل ایک ہے، قیادت ایک ہے۔ سب کے دل کا درد مشترکہ ہے۔ سب نے ایک سمت جانا ہے۔ اب یہ لوکل انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ سفر کو خوشگوار بنائے۔ اب آپ خود بتائیں کہ کوئی شخص ٹرین میں سفر کرتا ہو، اگر وہ مسافر انتظامیہ سے لڑ جھگڑ کر سفر کرے گا تو وہ سفر خوشگوار گزرے گا یا اچھے اور دوستانہ ماحول میں سفر خوش گوار گزرے گا؟

ایک بات یہ ذہن نشین کر لی جائے کہ ٹرین کے ڈبوں میں کوئی مسافر یعنی فورمز اور کارکن آپس میں لڑتے جھگڑتے بھی رہیں گے لیکن ٹرین ان چھوٹی موٹی لڑائیوں سے رکتی نہیں، اس نے چلتے رہنا ہے۔ اگر خوشگوار ماحول میں سفر گزاریں گے تو اچھا سفر کٹے گا۔ یہ آپ کے لیے آسانی ہے۔ اور اگر انتظامیہ کے ساتھ جھگڑے، اونچ نیچ کرکے؛ یہ کرسی نہیں لینی ہے یہ کرسی لینی ہے؛ آگے بیٹھنا ہے، پیچھے بیٹھنا ہے؛ اگر جھگڑتے رہیں گے تو اس سے ٹرین اور اس کی رفتار یا قیادت پر کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن آپ اپنا سفر مشکل میں گزاریں گے اور آسودگی سے طے نہیں کر پائیں گے۔ ایک وقت آئے گا کہ لامحالہ کسی ایک دو کو ٹرین سے اترنا پڑے گا۔ اِس ذہنی اِنتشار اور اُلجھاؤ کے ذِمے دار یا آپ ہوں گے یا مقامی اِنتظامیہ، گاڑی کو چلانے والا تو آپ کے مسائل اور طبیعت سے واقف ہی نہیں۔ اب آپ خود اگر سفر سے مایوس ہو رہے ہوں تو اس کا قصور گاڑی چلانے والے پر ہرگز نہیں ڈال سکتے۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اگر ہم سفر خوش گوار

گزاریں گے، اخلاص کے ساتھ گزاریں گے تو اس کا فائدہ بھی ہمیں ہے نہ کہ ٹرین یا اس کی قیادت کو ہے۔ یہ شبہ بھی اذہان سے نکال دینا چاہیے کہ اگلی پچھلی سیٹوں سے کوئی فرق پڑتا ہے۔ سب سیٹیں برابر ہوتی ہیں اور سب نے ہی منزل تک پہنچنا ہوتا ہے۔ کوئی اگلے ڈبے میں سوار ہو یا پچھلے ڈبے میں سوار ہو، جانا تو سب نے ایک ہی منزل کی طرف ہے، لہٰذا یہ سب باتیں بے معنی ہوجاتی ہیں اور ایسے تمام شکوک وشبہات شیطانی حربے ہوتے ہیں جو داعی کی توجہ اصل مقصود سے ہٹا کر دوسری طرف مبذول کرانے کی ناپاک کوشش ہوتی ہے۔ اندریں حالات ہمیں چاہیے کہ ہم ان شیطانی چالوں کو سمجھیں اور روانی کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھیں تاکہ بغیر کسی رکاوٹ کے جلد از جلد اپنی منزل تک پہنچ سکیں۔ اخلاص، محبت، ایمان داری، تواضع کے ساتھ اگر سفر کیا جائے تو سب کو سفر میں فائدہ اور آسانی رہتی ہے۔

کام یاب سفر کے لیے یقین کامل ہونا ضروری ہے

اگر ٹرین میں سوار کسی شخص کو یہ یقین نہ ہو کہ ٹرین منزل تک پہنچے گی یا نہیں تو کیا وہ شخص ٹرین پر سوار رہتا ہے یا اتر کر کوئی اور ٹرین تلاش کرتا ہے؟ وہ یقیناً اتر جاتا ہے۔ اگر کسی شخص کو یہ شک ہو جائے کہ یہ ٹرین آگے کسی تصادم میں مبتلا ہونے والی ہے اس کے ساتھ کوئی حادثہ ہونے والا ہے کیا وہ اس ٹرین پر سوار رہے گا یا اتر جائے گا؟

ہر اس شخص کے لیے جس کے ذہن میں وساوس پیدا ہوتے ہوں وہ اپنا ذہن صاف کر لے۔ اگر اس کو یقین نہ ہو کہ یہ ٹریک یا ٹرین اسے گنبد خضریٰ تک نہیں لے جائے گی یا اسے اپنی قیادت پر یقین نہ ہو یا اسے قیادت کے فیصلوں پر یقین نہ ہو تو اس کے لیے راست اقدام یہی ہے کہ وہ اسی وقت ٹرین سے اتر جائے۔ اپنی زندگی کو مشکل میں نہ ڈالے لیکن اگر اس ٹرین پر سفر جاری رکھنا ہے تو پھر ایمان کی کیفیت یہی رہنی چاہیے کہ یہ ٹریک درست ہے، ٹرین کو چلانے والی قیادت بھی درست ہے، یہ ٹرین گنبد خضری کو جاتی ہے یہ ٹرین صحیح سمت جارہی ہے۔ اس پر ایمان رہے تو پھر وہ اس پر سوار رہے۔ ورنہ

اگر پریشان ہو کہ وہ سوار مشکل کی باتیں کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو بھی پریشان کرتا ہے اور اپنے ساتھ ہم سفر لوگوں کو بھی مشکل میں ڈالتا ہے۔ کہ یہ ٹرین شاید منزل تک نہیں پہنچے گی۔ اس کی شاید سمت غلط ہے، اس کی رفتار کم ہے، اس کی رفتار زیادہ ہے، اسے دن میں نکلنا چاہئے تھا، اسے رات میں نکلنا چاہئے تھا۔ یہ اس ٹریک پر جاتی تو بہتر سفر طے کرتی۔ ایسی باتیں کر کے اپنے آپ کو مشکل میں ڈالے گا تو ایسی صورت میں وہ خود بھی مشکل سے سفر کرے گا اور اپنے ہم سفر لوگوں کو بھی پریشان کرے گا۔ اور کسی شخص کو اپنے ہم سفر لوگوں کو پریشان کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اگر کوئی اس وقت پریشان ہے تو ایمان کا تقاضا ہے کہ وہ اتر جائے لیکن اگر سوار رہنا ہے تو یقین کی کیفیت کے ساتھ!

یہاں ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ منزل کے راستے میں کئی اسٹیشن آتے ہیں۔ وہ اسٹیشن کیا ہیں؟ وہ مختلف ادوار اور زمانے ہیں۔ کوئی کسی اسٹیشن سے چڑھتا ہے تو کسی کا سفر اتنا ہی لکھا ہوتا ہے وہ اگلے اسٹیشن پر اتر جاتا ہے۔ اس اسٹیشن سے کچھ نئے لوگ چڑھ جاتے ہیں اور وہ کچھ سفر طے کرتے ہیں۔ لیکن نہ کوئی مسافر اس ڈبے میں لگی کرسی اپنے ساتھ لاتا ہے نہ کوئی مسافر اس ڈبے میں لگی کرسی باہر اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ وہ کرسیاں اس ٹرین کی ہیں، اس compartment کی ہیں، اس قیادت کی ہیں جس کی وہ ٹرین ہے۔ اور ہر کسی کا ایک سفر لکھا ہوا ہے وہ اس سے زیادہ سفر نہیں کر سکتا؛ نہ کوئی کسی کرسی پر اجارہ داری رکھ سکتا ہے کیونکہ وہ کرسی کسی مسافر کی نہیں ہے۔ ایک وقت آنا ہے کہ اس کو اُتر جانا ہے۔ اس کا حق صرف اتنا ہے کہ اسے جتنے وقت کے لیے وہ کرسی دی گئی ہے وہ اس کے ساتھ انصاف کرے اس کا مالک بن کر بیٹھنے کی جرأت نہ کرے۔ ہمارا سلسلہ تو یہ ہوتا ہے کہ نئے آنے والے کو اس کرسی پر نہیں بیٹھنے دینا، یہ تو میری کرسی ہے۔ یہ بالکل غلط اور مشن مخالف طرز عمل ہے۔ طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اگلے اسٹیشن سے جو نیا ہم سفر آئے اس سے دوستی کرلے اور اس کو اپنے ساتھ چلائے تا کہ سفر خوش گوار گزرے۔

تجدیدی تحریک سے مراد

کسی دوسرے کو ہم سفر کر لے۔ کس نے وہیں رہنا ہے۔ ایک دن ہم سب نے اتر جانا ہے لیکن ٹرین نے چلتے رہنا ہے۔ ٹرین کو چلانے والے ڈرائیور کی عادت ہوتی ہے کہ وہ شفٹ چلاتا ہے کوئی ڈرائیور کبھی دو شفٹیں نہیں چلاتا۔ اس نے ایک جگہ سے اس ٹریک کو لے کر چلنا ہے اگلی جگہ پر اس کی شفٹ ختم ہو جانا ہے۔ اس ڈرائیور نے اس ٹرین کو چھوڑ کر چلے جانا ہے اور نئے ڈرائیور نے آ کر ٹرین کو سنبھال لینا ہے۔ انجن نے بھی وہی رہنا ہے روٹ بھی وہی رہنا ہے، ان کرسیوں نے بھی وہیں رہنا ہے ڈبوں نے بھی وہیں رہنا ہے جب کہ ٹرین چلتی رہے گی کیونکہ اس ٹرین نے ٹریک پر رہتے ہوئے اس سفر کو جاری رکھنا ہے۔ محبت منزل سے ہوا کرتی ہے، محبت سفر سے ہوا کرتی ہے، محبت ہم سفر سے ہوا کرتی ہے، محبت کبھی کرسی سے نہیں ہوتی، ٹرین کے ڈبے سے نہیں ہوا کرتی۔ تحریکی زندگی میں کرسی اور اس کے لوازمات کو مدنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس سے ہمیں اپنی تحریکی زندگی کے لیے بہترین سبق ملتا ہے۔

اسی طرح بعض trains ڈھیلی ڈھالی ہوتی ہیں اور آہستہ آہستہ منزل تک لے جاتی ہیں یعنی منزل کی طرف جا رہی ہوتی ہیں مگر رفتار بہت کم ہوتی ہے، بہت شور کرتی ہیں؛ ان کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا کیوں کہ کمزور ٹرین ہے، اگر راستے میں دم توڑ دیا تو مسافر راستے میں رہ جائیں گے۔ اس کے برعکس تحریک منہاج القرآن جیسی وقت اور زمانے کی ضرورت کے اعتبار سے جدید trains ہوا کرتی ہیں۔ وہ اپنے انداز میں سفر طے کرتی ہیں اور منزل پر جا کر ہی رکتی ہے۔ یہ فرق ہے اس زمانے کی دیگر جماعتوں کا اور تحریک منہاج القرآن کا۔ تحریک منہاج القرآن اسی منزل کی بات کرتی ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ اس زمانے کی تجدیدی تحریک ہے تو اس کا مطلب ہے یہ اس زمانے کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی تحریک ہے۔ باقی بھی سوے منزل جاتی ہیں لیکن وہ پرانے ماڈل ہیں۔ وہ بھی درست ہوں گے، ہم کسی کو برا نہیں کہتے، ہم نے پرانے ماڈلز پر نہیں، نئے ماڈل پر سوار ہونا

ہے جو تیزی سے ہمارا سفر طے کروائے۔ سفر طے کرتے ہوئے ان چیزوں کو ضروری دیکھا جاتا ہے کہ جس ٹرین پر سوار ہو رہے ہیں وہ ٹرین کونسی ہے۔

تحریکی فکر سے مکمل شناسائی کیوں ضروری ہے؟

جب لمبے سفر پر نکلتے ہیں تو کیا خالی ہاتھ بغیر تیاری کے چل پڑتے ہیں یا پوری تیاری کر کے نکلتے ہیں؟ یہ انسانی سرشت میں ہے کہ جب لمبے سفر پر روانہ ہوتا ہے تو کچھ سامان ساتھ لے کر نکلتا ہے، راستے کے لیے کھانا اور کچھ رقم وغیرہ لے کر نکلتا ہے۔ کئی دن کا سفر ہے تو کپڑے بھی ساتھ لے لیتا ہے۔ جب کہ ایک ہم ہیں! خبر بھی ہے کہ منزل دور ہے، سفر لمبا اور مشکل ہے۔ پھر بھی گھروں سے بغیر تیاری کے نکل پڑتے ہیں۔ زادِ راہ ساتھ نہیں ہوتا۔ تحریکی زندگی کا زادِ راہ کیا ہے؟ یہ شیخ کی محبت ہے تحریک اور فکر کی پختگی ہے، تحریک سے وفا ہے، تحریک کی قیادت سے وفا ہے، تحریک کے پیغام کا جاننا ہے، تحریک کی فکر و نظر سے شناسائی ہے جس سے عمل میں پختگی ہے۔ ارادے میں پختگی ہے۔ یہ سب زادِ راہ ہے گنبد خضریٰ تک جانے کے لیے اور تحریک منہاج القرآن اور اس کی ٹرین پر سوار ہونے کے لیے۔ اگر سفر طے کرنا ہے تو تیاری کے ساتھ آئیں، خالی ہاتھ اٹھ کر نہیں آیا کرتے۔

اسی طرح سفر کے دوران اگر آنکھ لگ جائے تو اسٹیشن چھوٹ جاتے ہیں۔ کوشش یہی کرنی چاہئے کہ سفر کے دوران میں ہم سفر ایمان دار رکھیں تا کہ سفر کے دوران آپ کی آنکھ بھی لگ جائے تو وہ جگا دے تا کہ منزل نہ miss ہو جائے۔ ویسے کوشش یہی ہونی چاہیے کہ سفر کے دوران سویا نہ جائے۔ سفر لمبا ہے کوئی بات نہیں۔ ایک دن آئے گا سب تھکاوٹ اتر جائے گی جب تاجدار کائنات A اپنے امتیوں کو اور تحریک منہاج القرآن کے ہر ہر رفیق کو حضرت شیخ الاسلام کی قیادت میں نام لے کر اِن شاء اللہ پکاریں گے تب سفر کی سب تھکاوٹ دور ہو جائے۔ جب تاجدار کائنات A ان امتیوں کے

چہروں کو پہچانیں گے تو تھکاوٹ دور ہو جائے گی۔ عشق والے راستے میں سویا نہیں کرتے۔ تھوڑی دیر ہو جائے تو کعبہ رابعہ بصری کی طرف چلا جاتا ہے۔ ہر دن محنت میں گزارا جائے اور سفرِ محبت کی مہم اسی جاں فشانی کے ساتھ پوری کی جائے کہ مدعا مل جائے اور تھکاوٹ دور ہو جائے۔

ماہِ میلاد کی تیاریاں

اب عنقریب میلادِ مصطفیٰ کانفرنس منعقد ہونے والی ہے۔ ہمارا اگلا ٹارگٹ کیا ہے؟ تاجدارِ کائنات A کے یوم ولادت کی ایسی خوشی منانی ہے کہ لاہور کی سرزمین پر عشاقِ مصطفیٰ کا ایسا منظر نظر آئے کہ عالم بالا میں بیٹھے ملائکہ سے بھی خدا پوچھے کہ لاہور کی سرزمین پر آج کیا ہونے جا رہا ہے؟ تو ملائکہ دیکھ کر کہیں: مولا! تیرے محبوب کے عاشق ان کا میلاد منا رہے ہیں۔ اتنا بڑا ہجوم لاہور کی سرزمین پر بن جائے کہ عالم بالا میں ملائکہ بھی نظارہ کر رہے ہوں۔ اِن شاء اللہ! اس کے لیے اہل لاہور اور زندہ دلانِ لاہور کی کیا ذمہ داری ہے؟ آپ لوگ میزبان ہیں، آپ کو اپنی ذمہ داریوں کا علم ہونا چاہیے۔

تیاری میزبان کیا کرتے ہیں؟ اب میزبانوں نے کیا کرنا ہے ایک کروڑ افراد کا یہ لاہور میلاد کے لیے لاکھوں کا ٹارگٹ لے کر جائے اور تاجدار کائنات کی اس میلاد کانفرنس کو کامیاب کر کے دکھائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت اور عزم و ارادے کو قبول فرمائے اور توفیق اور ہمت عطا فرمائے کہ ہم اس ٹارگٹ کو achieve کر سکیں؛ اِن شاء اللہ۔

سفر کی تکمیل کے لیے چند باتیں ذہن نشین رکھنا ضروری ہیں۔ سفر جب لمبا ہوتا ہے تو تیاری کے ساتھ نکلتے ہیں۔ تحریکی، فکری اور شعوری فروغ کے لیے کچھ تیاری ضروری ہے۔ اس کے لیے آپ کا مرکز مختلف جگہوں پر تربیتی کیمپ منعقد کرتا ہے جن میں اس سفر کی تیاری کروائی جاتی ہے۔ تحصیلی و ضلعی سطح پر اور ان سے بھی زیریں و بالائی ہر سطح پر

کوشش کرنی چاہئے کہ اس تیاری سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جائے۔ اور شرکاء ان تربیتی کیمپس سے استفادہ کر سکیں۔ جہاں تربیتی ورکشاپس نہیں ہو رہیں وہاں تربیتی مواد، جذبہ اور رغبت اور دیگر اہم انسانی اور مادی وسائل (human and material resources) فراہم کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت شیخ الاسلام مدظلہ نے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں قائدانہ صلاحیتوں پر گفتگو فرمائی تھی۔ ان کا حصول ضروری ہے جیسا کہ میں نے کہا کوئی ہمارے ساتھ کیوں چلے؟ ہم نے اپنے آپ کو اس قابل بنانا ہے کہ وہ قائدانہ صلاحیتیں اپنے اندر موجود ہوں۔ اگر ہم اچھے ورکر بن جائیں تو خود بخود اللہ قائد بنا دے گا۔ ورکر بنے بغیر قائد بننے کی کوشش کچھ نہیں دیتی۔ دنیا میں انسان عزت مانگتا رہے تو اسے عزت نہیں ملتی لیکن اگر وہ خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جائے تو اللہ اس کا سر خود اٹھا دیتا ہے۔ سجدہ ریزی سے عزت ملتی ہے۔ سر اٹھانے کا کام اللہ پر چھوڑ دیا کریں۔ محنت اور استقامت کے ساتھ خدمت دین جاری رکھیں اور انعام اللہ پر چھوڑ دیں۔ پھر ہر کارکن کے لیے ضروری ہے کہ وہ داعی بن جائے۔ اگر کسی مسافر کو اپنا ہم سفر کرنا ہے تو دل میں محبت رکھیں تاکہ اسے صحیح گائیڈ کر سکیں اور اپنے ساتھ لے کر چل سکیں۔ جب ہم سب اس قابل بن جائیں گے تو دوسرے لوگ ہمارے ساتھ چلیں گے۔ اس کے لیے ہر کارکن کو داعی بننا ضروری ہے۔ اس کے لیے جو ٹریننگ کیمپس اور ورکشاپس کرائی جاتی ہیں ان میں اپنی شرکت کو لازمی بنائیں اور ان میں ہونے والی سرگرمیوں و تربیتی سیشنز سے بھرپور استفادہ کرنا ہماری زندگی کے لیے نہایت ضروری ہے۔

سامعین کرام! منزل ایک ہے۔ اگر ڈبے آپس میں تعاون نہیں کریں گے تو مشکل ہو جائے گی۔ باہمی تعاون (coordination) ضروری ہے۔ اور یہ تعاون horizontal اور vertical ہر دو سطحوں پر ہونا چاہیے۔ ہمارے ہاں ایک مسئلہ ہے۔ ہر فورم پر اگر ٹاؤن کی تنظیم ہے تو ان کی آپس میں horizontal کوآرڈی نیشن تو ہے لیکن

نچلی سطح پر vertical کوآرڈی نیشن نہیں ہے۔ جب کہ ٹرین کے ڈبے vertical کوآرڈی نیشن میں لنک رہتے ہیں۔ وہ اپنا سفر سہولت سے طے کرتے ہیں۔ جو پیغام ان کو ملے وہ نیچے تک پہنچایا کریں۔ ہمارا کیا حق ہے کہ پیغام اپنے تک رکھیں اسے نیچے تک نہ پہنچائیں! تحریک کے کام کے لیے دردمند ہو جائیں اور جسے یقین نہ ہو اس کا تو ایمان کا معاملہ ہے وہ اتر جائے اور جسے یقین ہو اسے سونے سے کوئی فائدہ نہیں خود جاگ کر اپنا سفر طے کریں ۔ راستے کے مناظر بھی حسین ہیں ان کو دیکھتے جائیں۔

آپ کو وابستگی کے ٹارگٹس بھی دیئے گئے ہیں اس پر کام کو یقینی بنائیں۔ زیادہ سے زیادہ کامیابی حاصل کریں۔ تپتی ہوئی مسافتوں کو اپنا ہمسفر کریں۔ وابستگی کی جو مہم ہے اس کی definition کیا ہے؟ حیات کے اسٹیشن پر بھٹکے ہوئے مسافروں کو اپنا ہم سفر کرنا۔ انہیں منزل کی خبر بھی دینی ہے۔ وابستگی کی مہم کو ہمت، حوصلے، تدبر اور محنت کے ساتھ کامیاب بنائیں۔

انسان دنیا میں ایک ہی بار آتا ہے، پھر چلا جاتا ہے۔ کوئی چالیس پچاس سال کی زندگی لاتا ہے، کوئی ساٹھ یا ستر یا اَسّی سال کی۔ پھر بالآخر اسے واپس جانا ہوتا ہے، یہی وقت انسان کے پاس ہے جس میں جو کچھ وہ کرسکتا ہے اسے کرنا ہے۔ حقیقی بات تو یہ ہے کہ کسی کو یہ بھی خبر نہیں کہ اگلا لمحہ اس نے زندہ رہنا ہے یا نہیں۔ ہمارے پاس نہ ہمارا ماضی ہوتا ہے نہ مستقبل، ہمارے پاس صرف حال کا لمحہ ہے۔ آج ہمارے اختیار میں ہے، نہ کل تھا نہ کل ہوگا۔ اس کی خبر نہیں۔ اس لیے آج میں مستعد ہو جائیں، یہ نہیں کہ آج یہ کر لیتے ہیں کل تحریک کا کام کر لیں گے۔ پتہ نہیں وہ کل آئے یا نہ آئے اور اس عظیم خدمت سے محروم ہی دنیا سے لوٹ جائیں۔ تو کیسے تاجدارِ کائنات A چہرہ دیکھ کر پہچانیں گے کہ یہ میرا امتی ہے۔ مشن کا سب کام صرف اور صرف آخرت کے لیے ہے۔

دنیا کمرۂ امتحان ہے، یہاں محنت کرنی ہے۔ جاگ کر سفر طے کرنا ہے اور اس جاگتے ہوئے میں آج یہ حال ہمارا ہے اور آج وہ مہمات اور ٹارگٹس کے لیے کام کرنے

ہیں جو آپ کے پاس ہوتے ہیں۔ کیا پتہ اگلا ٹارگٹ ملنے سے پہلے زندہ رہیں یا نہ رہیں، لہٰذا جو آپ کو ملا ہے اسی کو کامیاب کر لیں۔

آقا علیہ السلام کا ماہِ ولادت ایک عظیم مہینہ اور عاشقوں کا مہینہ ہے۔ اس میں جو پہلے سے مستعد ہیں اللہ سے استقامت کی دعا مانگیں۔ جو اپنے اندر سستی محسوس کرتے ہیں آج تجدید عہد وفا کر لیں اور پھر سے کمر باندھ کر مستعد ہو جائیں اور تحریک کا سفر طے کریں۔ اللہ تعالیٰ وہ کامیابی ہمارے حصے میں لکھے جو کبھی مسلمانوں کے حصے میں ہوا کرتی تھی، اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو، ہمارے حال پر لطف و کرم فرمائے۔ حضرت شیخ الاسلام کے مقام کی شناسائی اور ان کے پرچم کے نیچے - جیسے وہ محنت کرتے ہیں - اس محنت کا عشرِ عشیر ہمیں بھی عطا فرمائے اور تاجدارِ کائنات A کی سچی سُچی محبت عطا فرمائے جو آخرت میں ہمارے لیے وسیلۂ نجات بن سکے۔

وَمَا عَلَيۡنَا اِلَّا الۡبَلَاغ.